امریکہ اور ایران - لاتعلق نہیں رہ سکتے

رابن رائٹ / شاال بخش*

ایران میں محمد خاتمی کے صدر منتخب ہونے کے باوجود امریکہ اور ایران کے درمیان مکالمے کی راہ میں سخت مشکلات حائل ہیں۔ خاتمی کی نئی ٹیم اور کلنٹن انتظامیہ دونوں ہی کو قدامت پسند اور سرکش قانون سازوں سے واسطہ ہے۔ دونوں ممالک ایک نسل سے جاری دھمکی آمیز نعروں کے اسیر ہیں اور یہ نعرے انہیں اندرون ملک اپنے سیاسی مقاصد کو آگے بڑھانے میں بھی کام آتے ہیں۔ نقصان کا ازالہ ایک مشکل کام ہے سابقہ کوششوں کا الٹ ہی نتیجہ برآمد ہوا۔ ۸۶-۱۹۸۵ میں یرغمالیوں کے بدلے میں اسلحہ کے تباہ کن نتائج سے دونوں ممالک دوچار ہوئے۔ ایران کو دو معاملات میں واشنگٹن کے رویے پر غصہ تھا۔ صدر جارج بش کی یقین دہانی تھی کہ "خیر سگالی کا جواب خیر سگالی سے ملے گا"۔ لیکن لبنان میں امریکی یرغمالیوں کی رہائی میں ایران کی مدد کی امریکہ نے قدر نہ کی جبکہ ایک امریکی کمپنی کی طرف سے تیل اور گیس کی تلاش کے سودے کو واشنگٹن نے جھٹلا دیا۔ دوسرے الفاظ میں دونوں ملکوں کے لیے اپنے اپنے گھروں میں ذہنوں کی تبدیلی جس قدر مشکل ہے اسی قدر ان کے لیے مشکل ایک دوسرے کو قائل کرنا ہے کہ ان کے درمیان تعاون کا وقت آگیا ہے۔

تاہم ایرانی صدارتی انتخاب کے حیران کن نتائج ایسے وقت سامنے آئے ہیں' جب دونوں فریق ۸۱-۱۹۷۹ء کے یرغمالی بحران' جس نے دونوں ملکوں کے تعلقات کے ہر پہلو کو مجروح کیا' کے بعد اب کہیں نہایت گہرائی میں پالیسی پر نظر ثانی کے لیے غور و خوض کر رہے ہیں۔ قومی سلامتی کونسل' دفتر خارجہ اور سی آئی اے کے متعدد سابق ارکان' جن کا تعلق ری پبلکن اور ڈیموکریٹ دونوں ہی پارٹیوں سے ہے' نے واشنگٹن پر کھلے عام زور دیا ہے کہ وہ اپنے اتحادیوں کے ذریعے یا براہ راست' ایران کے ساتھ تعمیری رابطے کی کوشش کر دیکھے۔ ان میں اس دلیل کے ساتھ اتفاق رائے میں اضافہ ہو رہا ہے کہ پیٹرو ڈالر رکھنے والی کسی قوم پر پابندیوں کا مسئلہ جبکہ سرحدیں

---

*Robin Wright and Shaul Bakhash, "The U.S and Iran : An offer They cant Refuse" Foreign Policy, No 108 (Fall 1997) PP. 104_137

(تلخیص سجاول خان رانجھا)

زیادہ سرایت پذیر اور منڈیوں کے لیے مقابلہ بے نظیر ہے' مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ ایران کو غیرملکی سرمایہ کاری یا ٹیکنالوجی تک رسائی سے روکنے کے لیے عائد پابندیوں کا اثر محدود رہا ہے۔

جیسے ہی امریکی کمپنی کنوکو نے صدارتی حکم کے تحت ایران میں تیل اور گیس کے شعبے کی ترویج سے انکار کیا' اس کی جگہ ایک فرانسیسی کمپنی ٹوٹل ایس اے نے جلدی سے حامی بھرلی۔ اسی طرح شاہ کے زمانے کے نیوکلیرری ایکٹر پلانٹ مکمل کرنے سے جرمنی نے انکار کیا تو روس اور چین نے منصوبے کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ مزید برآں پابندیوں کا اثر' ایک ایسے علاقے میں' جسے امریکہ اپنے مفادات کے حوالے سے بہت اہم خیال کرتا ہے اور جہاں بڑے پیانے پر تباہی کے ہتھیار' عرب اسرائیل امن کے عمل اور انتہا پسند اسلامی تحریکوں کی حمایت کے مسائل موجود ہیں' ایران کے کردار پر بالکل نہیں پڑا۔

اپنے انتخاب کے دو ہفتے بعد ہی خاتمی نے اعلان کیاکہ وہ دوسرے ملکوں کے ساتھ "کشیدگی کے خاتمے" اور "امن اور سلامتی" کے تعلقات کی بحالی چاہتے ہیں۔ تاکہ اس سے تمام اقوام کے حقوق' مفادات اور آزادی کا تحفظ ہو سکے۔ امید ہے خاتمی سابق صدر رفسنجانی کے ساتھ مل کر کام کریں گے' جنہوں نے ماضی میں واشنگٹن کے ساتھ مکالمے کا عندیہ دیا تھا۔ سابق صدر کا ایرانی سیاست میں ابھی تک قابل ذکر عمل دخل ہے۔ انہیں دانش کونسل کا سربراہ بنایا گیا ہے جس کے ذمے اسلامی جمہوریہ کی وسیع تر پالیسیوں کا تعین کرنا ہے۔ اس عرصے میں ہمسایہ عرب ریاستوں کے حکمران جو اس سے پہلے ایران کے عزائم کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار تھے ایران کے ساتھ خود آگے بڑھ کر تعلقات استوار کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان میں سعودی عرب سرفہرست ہے۔ گذشتہ مئی میں ایرانی صدر رفسنجانی اور سعودی ولی عہد عبداللہ ایک دوسرے کے ملکوں میں دوروں کے تبادلے پر رضامند ہوگئے۔ اس تناظر میں خاتمی کے پہلے چار سالوں اور کلنٹن کی آخری صدارتی مدت کے دوران تعلقات کے ازسرنواحیا کا عمل شروع ہو سکتا ہے۔

پہلا مرحلہ ۔ آغاز کا راؤنڈ

موجودہ تعلق میں دونوں فریقوں نے عندیہ دیا ہے کہ وہ دوسرے فریق کی جانب سے پہلے معنی خیز اقدام کے منتظر ہیں۔ انتخابات کے بعد اپنی پہلی پریس کانفرنس میں خاتمی کی دلیل تھی کہ

امریکہ کے ساتھ تعلقات کی بہتری کی کنجی "ہمارے نہیں ان کے ہاتھ میں ہے۔" جبکہ امریکہ کی وزارت خارجہ نے جواب دیا کہ اب "گیند ایران کے کورٹ میں ہے۔"

معاملے کو آگے بڑھانے کے لیے دونوں فریقین کو چار شعبوں میں مشکل اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان چار شعبوں پر ایک نظر سے ہی چیلنج کی نوعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پہلا دور یقیناً" غیر رسمی بات چیت پر مشتمل ہوگا جس کا مقصد باہمی اعتماد کی بحالی اور زیادہ ٹھوس موضوعات کو زیر بحث لانے کے لیے زمین ہموار کرنا ہوگا۔ اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے دونوں اطراف کے راہنماؤں کو تین اقدامات کرنے ہوں گے۔

بیان بازی کی شدت میں کمی لائی جائے

تہران کو چاہیے کہ وہ امریکہ کے بارے میں "شیطان بزرگ" کا حوالہ اور اس کے سرکردہ راہنماؤں اور پریس کی طرف سے الزامات کا سلسلہ ختم کرے جبکہ ایران کے لیے واشنگٹن "غیر قانونی" یا "ٹھگ" جیسی اصطلاحات کا استعمال بند کرے اور دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی کی واردات یا کسی حادثے کو ایران سے بغیر کسی ثبوت منسوب کرنے کے رویہ کو ختم کرے۔ جیسے کہ اس نے TWA 800 کی تباہی کو ایران کے سرمنڈھ دیا تھا۔

سفر اور رابطے پر پابندیاں نرم کی جائیں

ایرانیوں اور امریکیوں کے درمیان روابط سے "ٹریک ٹو" ڈپلومیسی اور اس میں غیر رسمی مکالے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ پھر اسکالروں، ثقافتی نمائندوں، پیشہ وروں اور غیر سرکاری تنظیموں اور حکومت سے رابطہ رکھنے والے افراد کے تبادلوں اور دوروں کی اجازت کے ذریعے بالواسطہ طور پر تعلقات کو آگے بڑھانے میں مدد مل سکتی ہے۔ امریکہ کی ویزہ کی شرائط بالخصوص سخت ہیں۔ ان میں چار سے چھ ہفتے انتظار اور بیرون ملک امریکی قونصلیٹ کا دو دفعہ وزٹ شامل ہے۔ "ٹریک ٹو" حقیقی مذاکرات کی جگہ نہیں لے سکتا لیکن ایسے رابطے رائے عامہ کو تبدیل کرنے اور عمومی فضا کو تیار کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

دھمکیوں اور ناقابل قبول اقدامات میں فرق کو پیش نظر رکھا جائے

دونوں فریقوں کو ایسے اقدامات سے اجتناب کرنا چاہئے جو واقعی خطرناک ہیں اور ایسی پالیسیوں میں تفریق کرنی چاہئے جو محض غیر تسلی بخش یا ناقابل قبول ہیں۔ ایران خلیج فارس میں

امریکہ کی فوجی موجودگی پر اعتراض کرسکتا ہے لیکن وہ بہت حد تک اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ امریکہ کو علاقے میں اپنے مفادات کے تحفظ کا حق حاصل ہے' بالخصوص وہ تیل کے بہاؤ اور صدام حسین کے خلاف پابندیوں کے نفاذ کا حق رکھتا ہے۔ تباہی کے ہتھیار تیار کرنے کی ایرانی کوششوں پر امریکہ کی تشویش بجا ہے' تاہم اسے ایران کے روایتی ہتھیاروں کے حق کو بھی تسلیم کرنا چاہیے' بالخصوص جبکہ ایران عراق جنگ میں اس کا ۴۰ فیصد جنگی سامان تباہ ہوچکا ہے۔

دوسرا مرحلہ : مشکلات

دوسرے مرحلے کا آغاز کسی تیسرے فریق کے توسط سے یا براہ راست گفت و شنید کے ذریعے طے کردہ ایک معاہدے سے ہونا چاہیے۔ جو دوسرے ملک کے جارحانہ خیال کئے جانے والے رویوں اور پالیسیوں کا جائزہ لے اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے سلسلہ اقدامات اور جوابی اقدامات کا احاطہ کرتاہو۔ کلنٹن انتظامیہ کا کہنا ہے کہ وہ ایران کے ساتھ براہ راست مذاکرات کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اسلامی جمہوریہ "تشویش کے تین شعبوں" پر بات چیت کے لیے تو آمادہ ہو۔ یعنی وسیع تباہی کے ہتھیاروں کی تیاری' دہشت گردی کی پشت پناہی اور عرب اسرائیل امن معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی ایرانی کوششوں کا موضوع --- تاہم مقابلے میں امریکہ نے مبہم سا وعدہ کررکھا ہے کہ وہ ایران کے ساتھ سفارتی و اقتصادی تعلقات بحال کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر امریکہ کا اصرار ہے کہ ان مسائل کو یکبار اور ایک ساتھ مخاطب کیا جائے۔ اس شرط نے ایران کے لیے حرکت پذیری کی گنجائش محدود کر رکھی ہے۔ چنانچہ ایران کی امریکہ سے کسی مثبت گفتگو کے آغاز کا ابھی تک کوئی اشارہ سامنے نہیں آیا۔ دوسرا مرحلہ دو سال کے مشکل عرصے پر مشتمل ہو سکتا ہے جس میں کسی بھی فریق کے لیے اپنے آپ کو تبدیل کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ تبدیلی کی جانب پیش رفت کے لیے ذیل کے اقدامات ضروری ہیں۔

ایران

(۱) دہشت گردی کی مدد اور پشت پناہی ختم کرے

ایران دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہونے سے ہمیشہ انکاری رہا ہے اور یہ اس کے باوجود ہے کہ تھائی لینڈ میں ایک ایرانی ایجنٹ کو گرفتار کیا گیا ہے' جو بنکاک میں اسرائیلی سفارت خانے کو بم سے اڑانا چاہتا تھا۔ خاتمی کی انتظامیہ کو یہ تاثر ختم کرنا چاہئے کہ وہ غیر ملکی حکومتوں اور افراد کو سبوتاژ کرنے کی کارروائیوں میں ملوث ہے۔ ایران اپنے مددگاروں کے توسط سے

دہشت گردی کے اقدامات سے باز رہے۔ وہ عرب منحرفین کو تربیت دینا بند کرے' جو امریکہ اور مغربی اتحادیوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور اس کی سیکورٹی ایجنسیوں کو اپنے تسلط میں لانا چاہتے ہیں دوسرے لفظوں میں ایران کا رویہ بین الاقوامی معیار اور قانون کی حکمرانی سے مطابقت رکھنا چاہئے۔ تہران کو چاہیے کہ وہ سلمان رشدی کے خلاف ڈیتھ اسکواڈ نہ بھیجنے کی یقین دہانیوں پر ہی اکتفا نہ کرے' بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بھی اقدامات کرے اور اسے ایک چھوٹی مذہبی تنظیم کے خلاف بھی کارروائی کرنی چاہئے جن نے سلمان رشدی کی موت کے لیے ۲.۵ ملین ڈالر کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔

(2) عرب اسرائیل امن کے عمل کو سبوتاژ کرنے سے باز رہے

اس بات کا امکان تو نہیں ہے کہ تہران اسرائیل کے ساتھ شاہ کے دور کے تعلقات کی بحالی پر آمادہ ہو جائے اور نہ ہی اس بات کا امکان ہے کہ وہ اسرائیل اور عرب دنیا کے درمیان حالیہ دتیانت کی مخالفت سے باز آجائے۔ لیکن اسے اسلامی جہاد جیسی تنظیموں کی تربیت انہیں مسلح کرنے یا ان کی مالی معاونت سے باز رہنا چاہئے' جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اسرائیلی شہری نشانوں پر خود ہلاکتی بموں کے دھماکوں میں ملوث ہیں۔ ایران کو ان انتہا پسند گروپوں سے بھی فاصلہ رکھنا ہوگا جو اسرائیل کے ساتھ مصروف عمل عرب حکومتوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

ایران اگر مذکورہ اقدامات کا اہتمام کرے' تو امریکہ کو بھی کچھ جوابی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان کا مقصد ایران کو مثبت طرز عمل جاری رکھنے کی ترغیب دینا ہے۔ تاہم جب تک امریکہ کی انٹیلی جنس اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ تہران کا کردار نمایاں حد تک تبدیل ہو چکا ہے' اسلامی جمہوریہ کو انعام سے نوازا نہیں جاسکتا۔

(1) ایرانی منجمد اثاثوں کے بارے میں جلد فیصلے کئے جائیں

یرغمالیوں کے بحران کے وقت سے ایران کا ایک اہم مطالبہ یہ رہا ہے کہ تعلقات کی بحالی کے لیے امریکہ میں اس کے منجمد اثاثوں کو واگزار کیا جائے۔ تہران کی نظر میں یہ ایک کسوٹی ہے جس پر امریکی اداروں کو پرکھا جاسکتا ہے۔ امریکہ ایران مشترکہ ٹریبونل' جس کا اجلاس ہیگ میں ہوتا ہے' ۴ ہزار مالیاتی دعوؤں اور جوابی دعوؤں کے کیس نبٹا چکا ہے۔ لیکن کئی بلین ڈالر اسلحے

کے ایک بڑے سودے کا تنازعہ ابھی باقی ہے اور یہ وہ رقم ہے جو اسلحے کی خریداری کے لیے انقلاب سے پہلے حکومت ایران نے ادا کی تھی۔

(II) تعمیری روابط کار کے لیے یورپی یونین کی پیشکش کی حمایت کی جائے

واشنگٹن کو چاہیے کہ وہ اپنے یورپی اتحادیوں کی اس پیشکش کو قبول کرے کہ تعمیری روابط کار ایرانی رویے کی تبدیلی کا زیادہ موثر ذریعہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ پیش قدمی ایک مخصوص وقت کے دائرے میں ہو اور یہ خاتمی حکومت کے استحکام کے ساتھ منتھی ہو۔ تقریباً" دو سال کے عرصے میں جب اس سمت میں پیش رفت جاری ہو' امریکہ' ایران کو تنہا رکھنے کے لیے اپنے یورپی اتحادیوں اور جاپان پر دباؤ ڈالنے کا سلسلہ بند کر دے۔ اپنے اتحادیوں اور تہران کے درمیان سفارتی و وزارتی رابطے کے فروغ میں مدد دے۔ اس کے بدلے میں یورپی یونین واشنگٹن کی آدھی بات تسلیم کرلے۔ ایران کی کچھ ثابت شدہ غلط حرکات پر محدود تعزیراتی پابندیوں کے نفاذ میں تعاون کرے۔ یورپ کو ایسی کسی ایروچ کی دو وجوہ کی بنا پر حمایت کرنی چاہئے۔ پہلی یہ کہ یورپ' ایران کو مصروف رکھنے کی ایک سنجیدہ اور وسیع تر مہم کا حصہ ہے دوسرا یورپ جزوی جواب کی حکمت عملی کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس کے تحت وہ ان جامع پابندیوں کے برعکس جن کی وکالت امریکی پالیسی ساز کرتے ہیں' جزوی پابندیوں کو اختیار کرنے کا پابند ہے۔

(III) ایران پر امریکی پالیسی کو دوبارہ زیر تصرف لایا جائے

تہران کے ساتھ تعلق میں کسی لچک کے حصول کے لیے امریکی انتظامیہ کو چاہئے کہ وہ ابتدا سے ہی کانگریس اور عوام کو ساتھ لے کر چلنے کا اہتمام کرے۔ اگر کلنٹن اپنی پالیسیوں کے لیے بھرپور حمایت کے خواہاں ہیں تو وہ ری پبلکن پارٹی کے موثر رائے عامہ ساز سابق سلامتی کونسل کے مشیر برنیٹ سکوکرافٹ کی خدمات حاصل کرے۔ جنہوں نے امریکہ ایران تعلقات کے سلسلے میں ایک نئی ایروچ کو آگے بڑھایا ہے۔ یہ طریقہ صدر کو کیمیادی ہتھیاروں کے معاہدے کی توثیق کے سلسلے میں سینیٹ کے سخت گیر حضرات کے ساتھ معرکے میں بہت کام آیا۔ اس طرح چین کو سب سے پسندیدہ قوم قرار دینے کی حالیہ بحث پر جب کانگریس کے ساتھ بحث مباحثہ جاری تھا تو پابندیوں کے خلاف امریکی تاجر برادری کے بڑھتے ہوئے رد عمل کو سامنے لایا گیا۔ چنانچہ جب بھی ممکن ہو امریکہ انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ ایران کے ساتھ امریکہ کے تعلقات سے حاصل ہونے والے ٹھوس فوائد کو ملکی سطح پر نوکریوں کے حصول اور بیرون ملک سلامتی کی ضمانت کے حوالوں

سے واضح کرے۔

تیسرا مرحلہ : براہ راست رابطہ

تیسرے مرحلے کے ایک یا دو سال کے عرصے میں دونوں فریق مشترکہ دلچسپی کے امور پر رابطوں کا سلسلہ شروع کریں۔

(ا) کسی غیر جانبدار خطے میں براہ راست رابطہ

امریکی اور ایرانی حکام کو چاہئے کہ وہ کسی بین الاقوامی فورم پر اور مختلف اجلاسوں میں مشترکہ امور کے تعین اور ان کو زیر بحث لانے کے لیے مربوط کوششوں کا اہتمام کریں۔ امریکہ اور ایران کے براہ راست رابطے سے علاقائی ماحولیاتی مسائل اور منشیات کی نقل و حمل سے لے کر افغانستان میں عدم استحکام اور بوسنیا کے مستقبل سمیت کئی مسائل کو فائدہ ہوگا۔ ان میں سے کئی مسائل تیزی سے ہنگامی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ جبکہ بوسنیا سے ایک سال سے کم عرصے میں ناٹو کی فوج رخصت ہونے والی ہے۔ بوسنیائی مسلمانوں کے ساتھ تہران کے تعلقات بدامنی کے اس خطے میں ایران کو ایک طویل المدت کھلاڑی کی حیثیت دیتے ہیں۔ امریکہ اور ایران باہمی روابط کو اس طرح سے ترتیب دیں کہ ان کے درمیان پہلے کم سنگین جبکہ زیادہ پیچیدہ مسائل بعد میں زیر بحث آئیں۔ ایران کے سیاسی نظام میں بڑی تبدیلیوں کے باوجود اس کی خارجہ پالیسی کے مقاصد میں شاہ کے وقت سے کوئی بڑی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ ایران کے لیے علاقائی تنازعات کو ٹھنڈا کرنا' غیر ملکی سرمایہ کاری کو متوجہ کرنا اور مغربی منڈیوں تک رسائی کے اہداف آج بھی ویسی ہی ترجیحات ہیں جیسے کہ یہ آج سے ۲۰ سال پہلے تھیں۔

(اا) تجرباتی تجارتی روابط

تعلقات میں توسیع کے ساتھ چاہے بتدریج ہی سہی ایران اور امریکہ کے باہمی تجارتی تعلقات دوبارہ شروع ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر امریکی حکومت امریکی کمپنیوں پر سے ایرانی تیل کو یورپ لے جانے کی پابندی کو ختم کرسکتی ہے۔ وہ ایران کی تیل اور گیس کی تنصیبات کو ترقی دے سکتی ہے۔ یا وہ ایران کو تیل نکالنے والے آلات فروخت کرسکتی ہے جس سے امریکیوں کے لیے روزگار اور آمدنی کے مواقع پیدا ہوں گے۔ تاہم امریکہ اور ایران کے درمیان بھرپور تجارتی روابط کے لیے زیادہ ضروری سفارتی پیش رفت کی ضرورت ہے۔

(III) سلامتی کے امور پر مذاکرات کا آغاز

امریکہ اور ایران کے درمیان اہم ترین موضوع سلامتی کا وسیع تر موضوع ہے اس میں خلیج فارس سے لے کر مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں اسلحہ کی ترسیل ہے۔ ایران اپنے روایتی اسلحے کی تیاری یا غیر روایتی اسلحے کے حصول کی کوششوں کو تب تک زیر بحث لانے پر آمادہ نہیں ہوگا جب تک اس کے جائز دفاعی اور سلامتی کے مسائل کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔ ان میں اس کی سرحدوں کے ساتھ مستقل عدم استحکام' علاقائی اسلحہ کی نقل و حمل اور خلیج میں امریکہ کی نمایاں فوجی موجودگی شامل ہے۔ اس مرحلے پر دونوں فریقین کو مشترکہ بنیاد کے لیے کوشش کرنی چاہیے جس میں صدام حسین کی روک تھام اور تیل کا آزادانہ بہاؤ شامل ہے۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو اپنے طویل المدت ارادوں سے آگاہ رکھ سکتے ہیں اور اپنے اختلافات دور کرنے کے لیے ایک وسیع تر تناظر کا اہتمام کرسکتے ہیں۔ ان اختلافات میں سے ایک بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار بھی شامل ہیں۔ اگر ایران کو امریکہ' عراق اور دیگر ہمسایوں سے تحفظ کا احساس ہوا' تو وہ نیوکلیر پروگرام ترک کرنے پر بھی آمادہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں واشنگٹن اگر محسوس کرے کہ ایران روایتی اسلحہ امریکہ یا اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال میں نہیں لائے گا تو وہ ایران کی طرف سے اسلحے کے حصول کو قبول کرسکتا ہے۔

اختتامی کلمات

ایران اور امریکہ کے درمیان تعلقات کی تاریخ کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو مذکورہ تدریجی اقدامات ہی زیادہ موزوں ہیں جو آئندہ چار سال کے عرصے میں دونوں فریق حاصل کرنے کی توقع کرسکتے ہیں۔ تاہم واقعات کا ایک حالیہ سلسلہ جیسے ایران کے مرکزی انتخابات' ایران کے بارے میں امریکی پالیسی پر امریکہ میں بڑھتے ہوئے شکوک و شبہات' خلیجی بادشاہتوں کی ایران کے ساتھ قربت' پھر سیکرٹری خارجہ میڈیلین البرائیٹ کا اعلان کہ واشنگٹن عراق کے ساتھ تب تک واسطہ نہیں رکھے گا' جب تک صدام حسین اقتدار میں ہیں' کئی سالوں کے بعد دونوں فریقوں کو پالیسی میں بنیادی تبدیلی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ ایرانی انقلاب کے بعد سے کلنٹن پہلے صدر ہیں جن کے دور میں لبنان میں ایرانی یا ایران کے حامی انتہا پسندوں کے قبضے میں کوئی امریکی یرغمالی نہیں ہے' تہران کو پیش رفت کا آغاز کرنا چاہیے۔ خاتمی کو بعض اقدامات کے ذریعے تبدیلی کے لیے فضا ہموار کرنی چاہیے۔ انہوں نے انٹیلی جنس اور داخلہ کے وزرا کو تبدیل کیا۔ اس طرح انہیں

غلط کاریوں کے مرتکب حضرات کی برخواستگی کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔ ابتدا میں انہیں یقیناً" چھوٹے چھوٹے قدموں سے سٹارٹ لینا ہوگا البتہ ان تبدیلیوں کے سلسلے میں امریکہ کو خبردار رہنا ہوگا اور اسے حسب حال ردعمل کے ذریعے اس عمل کو تیز کرنے میں مدد دینی چاہیے۔ ماضی میں امریکہ ایسی تبدیلیوں کو تسلیم کرنے میں ناکام رہا ہے' جیسے ۱۹۹۰ء کے ابتدائی عشرے میں رفسنجانی نے اغوا اور امریکہ مخالف حملوں میں ملوث بہت سے اعلیٰ درجے کے ریڈیکل افراد کو اختیارات سے محروم کردیا تھا۔ امریکہ شروع میں ڈرامائی طور پر جھکنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ لیکن اسے ہاتھ بڑھانا ہوگا۔ اپنی آخری ٹرم کے باعث صدر کلنٹن ٹھوس قدم اٹھانے کی زیادہ بہتر پوزیشن میں ہیں۔ تجارتی تعلقات اور سفارتی روابط کی بحالی جیسے حتمی موضوعات کے لیے غالباً" خاتمی کے دوسری بار منتخب ہونے اور ایک نئی امریکی انتظامیہ کا انتظار کرنا ہوگا۔ خاتمی کو ایک ایسا قابل عمل سیاسی اتحاد قائم کرنا چاہئے' جو انہیں اپنے پرجوش پروگرام کو آگے بڑھانے میں پلیٹ فارم کا کام دے سکے۔ خاتمی اس دلیل سے اپنے سپریم راہنما کو اپنا ہمنوا بنا سکتے ہیں کہ ایران کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی متوقع نتائج کی حامل ہوگی اور اس سے ایران کے لیے مغربی ٹیکنالوجی' قرضے اور خاص طور پر تیل اور گیس کی صنعتوں میں سرمایہ کاری کے حصول میں مدد ملے گی۔

اختتامی کھیل کے دوران جس میں وسیع تباہی کے ہتھیاروں کا مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا' ایران اور امریکہ کو سلامتی کے مسئلے پر کسی افہام و تفہیم پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ ان میں خطرے کی وہ فضا باقی نہ رہے جس کے لیے خطرناک ہتھیاروں کے حصول یا ان کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ رابطے کے اس سارے عمل میں رکاوٹیں بہت بڑی ہیں۔ اس میں تعطل اور کوششوں کے خاتمے کا بھی امکان ہے لیکن تبدیلی کے لیے کوششوں کی ناکامی سے بڑھ کر بڑی ناکامی یہ ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ نازک تعلقات میں کشیدگی کو ختم یا اسے مزید بگڑنے سے بچانے کی کوشش ہی نہ کی جائے۔